سورہ روم　　بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○　　ایت نمبر(۳۱۔۳۲)

وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ○ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ○

ترجمہ: اور نہ ہو جانا تم مشرکوں میں سے یعنی ان لوگوں میں سے جنہوں نے پھوٹ ڈال دی اپنے دین میں اور بٹ گئے فرقوں میں۔ ہر فرقہ اس (طریقے) پر جو ان کے پاس ہے مگن ہے۔

خطبہ

جمعة المبارك

[26 جمادی الثانی 1431ھ بمطابق 11 جون 2010]

عنوان

معاشی ذمہ داری

زیر اہتمام: شعبہ دینی امور جوہری ٹرسٹ (جامع مسجد محمدی نئی آبادی اثاری سروبہ لاہور)

نوٹ: ہم وضاحت کے ساتھ یہ بات آپ کے علم میں لانا چاہتے ہیں کہ الحمدللہ ہمارا کسی فرقہ کسی مسلک کسی سیاسی گروہ یا جماعت سے کوئی تعلق نہیں ہے ہمارا عزم ہے کہ ہم نے اپنے معاشرے سے انتشار اور افتراق (صوبائیت لسانیت فرقہ واریت) کو ختم کرنا ہے اور بہترین معاشرہ بنانا ہے اس کیلئے ہم نے ایک انسانی کوشش شروع کی ہے اور ہر انسانی کوشش میں غلطیوں کا امکان رہتا ہے لہٰذا ہماری تحریر میں جو کچھ صحیح نظر آئے نور قرآنی ہے اور جہاں کہیں غلطی نظر آئے وہ ہماری اپنی کوتاہی ہے اس ادنیٰ سی کوشش کو آپ تک پہنچانے کیلئے خطبات کا سلسلہ ایک کڑی ہے ہم امید رکھتے ہیں کہ آپ ہماری اس کاوش کو سراہیں گے اور آپ کو ہم اپنے شانہ بشانہ پائیں گے۔ اللہ پاک ہمیں استقامت دے اور معاشرتی بہتری کیلئے زیادہ سے زیادہ کردار ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین

بتعاون: محترم جاوید اختر جوہری صاحب صدر جوہری ٹرسٹ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَحۡدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہِ الَّذِیۡنَ اَوۡفُوۡ عَہۡدَہٗ

اَمَّا بَعۡدُ۔

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

وَاِذَا قِیۡلَ لَہُمۡ اَنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ قَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنُطۡعِمُ مَنۡ لَّوۡ یَشَآءُ اللّٰہُ اَطۡعَمَہٗۤ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ○ (36:47)

آج کے خطبہ جمعۃ المبارک کا عنوان ہماری معاشرتی ذمہ داری۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ رب العزت حق اور سچ بیان کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔

قابل صد احترام!

معاشی نظام اسلام کا بڑا جامع اور مکمل نظام ہے جس میں انسان کو مکمل راہ نمائی ملتی ہے معاشی ذمہ داری میں ایک تو اللہ کی ذمہ داری ہے کہ اللہ تعالی بندے کو رزق دے۔ اور دوسرا جس بندے کو اللہ نواز دے اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ دوسروں کا بھی خیال رکھے۔ پہلی امتوں میں ایک دوسرے کے خیال کا تصور نہ تھا۔ امتِ محمدیہ ﷺ کا نظام اللہ نے ایسا دیا ہے بعض کو مال سے نوازا ہے اور بعض کو فاقہ میں رکھا ہے ارشاد ربانی ہے۔ وَیَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے جن کو اللہ بے حساب رزق دیتا ہے انکو اللہ اس بات کا حکم دیتا ہے کہ معاشرے کو سدھارنے کیلئے غریب کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لئے اور غریب کے گھر کا چولہا چلانے کیلئے ان سے تعاون کرو تا کہ یہ انسان بھی خوشحالی کی زندگی گزار سکیں۔

معاشی ذمہ داری کا مفہوم:

جہاں تک خارجی کائنات (باہر کی دنیا) کا تعلق ہے خدا کی ذمہ داری اس کے قانون کی رو سے پوری ہو رہی ہے۔ جس سے کسی شے کو مجال سرتابی نہیں۔ وَلِلّٰہِ یَسۡجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ (16:49) کائنات کی ہر شے قانون خداوندی کے سامنے سجدہ ریز ہے۔ اور یہ قانون ان کی نشوونما کی تمام ضروریات کو پورا کئے چلا جاتا ہے۔ یَسۡئَلُہٗ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ (55:29) کائنات کی پستیوں اور بلندیوں میں جو بھی شے ہے وہ اپنی نشونما کیلئے اس کی محتاج ہے اور ان کی یہ احتیاج ایسی نہیں کہ ہمیشہ ایک ہی جیسی رہے بلکہ۔ کُلَّ یَوۡمٍ ہُوَ فِیۡ شَاۡنٍ ○ (55:29) ہر شے ہر آن میں ایک نیا پہلو بدلتی ہے اس لئے اس کی نشونما کے تقاضے بھی بدلتے رہتے ہیں۔ لیکن خدا کا قانون ربوبیت ان بدلتے ہوئے تقاضوں کے مطابق ان کا سامان نشونما بہم پہنچائے چلا جاتا ہے لیکن انسانوں کی دنیا میں حالت جداگانہ ہے۔ انسان کو اس کا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو خدا کا قانون ربوبیت کو اختیار کرے اور چاہے تو اس کا سرتابی اختیار کرے، اس کی جگہ اپنا نظام اختیار کر لے۔ جب انسان اپنا نظام رائج کر لیتا ہے تو وہ پھر خدا کی ذمہ داریوں سے اپنے آپ کو باہر لے آتا ہے۔ جب وہ اپنی زندگی اس کے قانون کے تابع لے آتا ہے تو اس کی ایک ایک ذمہ داری نہایت حسن کارانہ انداز سے پوری ہوتی چلی جاتی ہے۔ خدا براہ راست انسانوں کو رزق نہیں پہنچاتا بلکہ اس نظام کی وساطت سے پہنچاتا ہے جو اس کے قانون کے مطابق قائم ہوتا ہے اس حقیقت کو قرآن نے سورہ یٰسین کی ایک آیتِ مبارکہ میں جامع طور پر بیان کیا ہے ارشاد ہے کہ۔ وَاِذَا قِیۡلَ لَہُمۡ اَنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ قَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنُطۡعِمُ مَنۡ لَّوۡ یَشَآءُ اللّٰہُ اَطۡعَمَہٗۤ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ○ (36:47) جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ اللہ نے تمہیں سامان زندگی دیا ہے اسے (دوسروں کی پرورش کیلئے) کھلا رکھو۔ تو وہ لوگ جو خدا کے قانون ربوبیت پر ایمان نہیں رکھتے ان لوگوں سے کہتے ہیں جو اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ کیا ہم اس شخص کے کھانے کا انتظام کریں جسے اگر اللہ چاہتا تو اپنے قانون مشیت کے مطابق خود ہی کھانا کھلا دیتا (ان سے کہو کہ) تم ایسا سمجھنے اور کہنے میں کھلی ہوئی گمراہی میں ہو۔ خدا محتاج انسانوں کے کھانے کا انتظام از خود نہیں کیا کرتا۔ یہ انتظام اس نظام کی رو سے ہوتا ہے، جس میں قانون خداوندی کے مطابق رزق کو نوع انسانی کی پرورش کیلئے عام کر دیا جاتا ہے۔ اسے قرآنی اصطلاح میں انفاق فی سبیل اللہ کہتے ہیں۔

نظام کے ہاتھوں:

اب سوال یہ ہے کہ یہ نظام قائم کس طرح سے ہو سکتا ہے؟ قرآن کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ انسان صرف اس کے طبعی جسم کا نام نہیں۔ اس کے ساتھ ہی ایک اور چیز ہے جسے انسانی ذات (Human personality) یا نفس (Self) یا انا یا ایغو کہتے ہیں۔ انسانی جسم طبعی قوانین کے مطابق زندہ رہتا ہے اور انہی قوانین کے مطابق اس پر موت طاری ہو جاتی ہے لیکن اگر انسانی ذات کی مناسب نشوونما ہو جائے تو وہ طبعی موت سے مرتی نہیں بلکہ حیات جاوید حاصل کر سکتی ہے۔ اس اعتبار سے انسان

کی نشوونما ہوتی چلی جاتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ انسان کی جسم کی پرورش اس چیز سے ہوتی ہے جسے انسان خود کھائے یا خود استعمال کرے لیکن انسانی ذات کی پرورش اس چیز سے ہوتی ہے جسے وہ دوسروں کی نشوونما کیلئے دے۔ مختصر الفاظ میں یوں سمجھئے کہ انسانی جسم کی پرورش ''لینے'' میں ہوتی ہے اور انسانی ذات کی پرورش ''دینے'' میں ہوتی ہے جو لوگ اس حقیقت پر یقین نہیں رکھتے۔ ان کے نزدیک انسانی زندگی کا مقصود صرف جسم کی پرورش ہوتا ہے۔ اس کیلئے ہر فرد کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ جتنا کچھ سمیٹا جا سکے اپنے (اور اپنی اولاد کیلئے) سمیٹ کر رکھ لے۔ اسی کو نظام سرمایہ داری کہتے ہیں۔ اس کے برعکس جو لوگ زندگی کے تسلسل پر یقین رکھتے ہیں وہ اپنی ذات کی نشوونما کی فکر کرتے ہیں جس کا طریق یہ ہے کہ انسان اپنی پوری پوری محنت سب کچھ حاصل کرے لیکن اس میں سے اپنے لیے صرف اتنا رکھے جس سے اس کی ضروریات پوری ہو سکیں اور باقی سب کچھ دوسروں کی نشوونما کیلئے کھلا چھوڑ دے۔ اسے انفاق فی سبیل اللہ کہتے ہیں۔ جو لوگ اس حصول حیات پر یقین رکھتے ہیں انہیں جماعت مومنین کہتے ہیں۔ یہ جماعت ایسا نظام قائم کرتی ہے۔ جس میں ہر فرد، فطرت کی قوتوں کو مسخر کرنے کیلئے مصروف جدوجہد رہتا ہے۔ لیکن اپنی سعی و عمل کے ماحصل کو اس نظام کے سپرد کر دیتا ہے۔

اللہ سے معاملہ:

جسے یہ نظام نوع انسانی کی ضروریات زندگی پورا کرنے کیلئے صرف کرتا ہے۔ قرآن نے افراد اور نظام کے اس تعلق کو باہمی معاہدہ سے تعبیر کیا ہے اور یہی معاہدہ درحقیقت اس نظام کی بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو کس قدر مختصر لیکن جامع الفاظ میں بیان کیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَ اَمۡوَالَہُمۡ بِاَنَّ لَہُمُ الۡجَنَّۃَ ط (9:111) اللہ جماعت مومنین سے ان کے نفوس اور اموال خرید لیتا ہے اور اس کے معاوضہ میں جنت عطا کر دیتا ہے۔ اس میں تین چار الفاظ تشریح طلب ہیں اور جب تک ان کی قرآنی تشریح سامنے نہیں آتی اس آیت کا مطلب واضح نہیں ہوتا۔ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں انسانی معاشرہ میں خدا کا نظام، خود انسانوں کے ہاتھوں سے متشکل ہوتا ہے جب ایسا نظام قائم ہو جاتا ہے تو جو کام اس نظام کے ہاتھوں سے سرزد ہوتے ہیں انہیں خدا خود اپنی طرف سے منسوب کرتا ہے۔ مثلاً جنگ بدر میں نبی اکرم ﷺ (اپنے رفقاء کی جماعت کے ساتھ) مخالفین سے نبرد آزما ہیں۔ میدان کارزار میں تلواریں چلتی ہیں تیر اندازی ہوتی ہے ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ انسانوں کے ہاتھوں سے ہو رہا تھا لیکن چونکہ یہ اس نظام کے ماتحت ہو رہا تھا جو قوانین الٰہیہ کے مطابق قائم ہوا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَلَمۡ تَقۡتُلُوۡہُمۡ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ قَتَلَہُمۡ (8:17) تم ان کی طرف تیر نہیں پھینک رہے تھے خدا تیر پھینک رہا تھا۔ قرآن کریم سے اس قسم کی متعدد مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں جن میں لفظ اللہ کا استعمال کیا گیا ہے لیکن اس سے مراد وہ نظام ہے جو اس کے قانون کے مطابق متشکل ہوتا ہے لہٰذا۔ اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَ اَمۡوَالَہُمۡ (9:111) میں بھی اللہ سے مراد وہ نظام ہے جو اس کے قانون (قرآن کریم) کے مطابق قائم ہوتا ہے۔ اس لئے آیت کا مطلب یہ ہے کہ افراد معاشرہ (مومنین) اپنے نفوس اور اموال اس نظام کے سپرد کر دیتے ہیں جو خدا کی صفت رب العالمینی کو عام کرنے کیلئے قائم ہوتا ہے۔ نفوس میں انسان کی وہ تمام صلاحیتیں آ جاتی ہیں جو اسے خدا کی طرف سے بلا مزد و معاوضہ از خود عطا ہوتی ہیں۔ اور اموال میں وہ سب کچھ آ جاتا ہے جسے انسان اپنی سعی و کاوش سے حاصل کرتا ہے۔

معزز سامعین:

اس معاہدہ کا ایک حصہ یعنی مومنین اپنے وہبی اور اکتسابی ماحصل زندگی کو اس نظام کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اب اس معاہدہ کے دوسرے حصے پر روشنی ڈالتے ہیں وہ حصہ یہ ہے کہ اس کے بدلے میں یہ نظام انہیں جنت عطا کر دیتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جنت سے کیا مراد ہے۔ معزز سامعین! اس مقام پر یہ سمجھ لینا ضروری ہے۔ کہ اس زندگی کے بعد کی زندگی میں جنت اور جہنم کی جو کیفیت ہوگی وہ اپنی جگہ پر برحق ہے اور اس پر ہمارا ایمان ہے لیکن قرآن کی رو سے جنت اور جہنم صرف اسی زندگی سے مخصوص نہیں۔ وہ انسان کی موجودہ زندگی میں بھی جنت اور جہنم کا ذکر کرتا ہے۔ اس دنیا کی جنت کے متعلق اللہ تعالیٰ ''آدم'' سے فرماتے ہیں کہ اس کی کم از کم خصوصیت یہ ہے کہ۔ اِنَّ لَکَ اَلَّا تَجُوۡعَ فِیۡہَا وَ لَا تَعۡرٰی ○ وَ اَنَّکَ لَا تَظۡمَؤُا فِیۡہَا وَ لَا تَضۡحٰی ○ (20:118.119) اس میں نہ تجھے بھوک کا اندیشہ ہے نہ لباس سے محروم رہنے کا ڈر۔ نہ اس میں پیاس ہے نہ سورج کی حرارت۔ یعنی اس میں خورک، لباس اور مکان کے متعلق کسی قسم کی تشویش اور پریشانی نہیں ہوگی۔ اس میں سامان رزق اس افراط سے ہوگا کہ۔ وَ کُلَا مِنۡہَا رَغَدًا حَیۡثُ شِئۡتُمَا (2:35) جہاں سے جس کا جی چاہے سیر ہو کر کھائے پیے۔

سامعین کرام! آپ نے غور فرمایا کہ اس معاہدہ کی رو سے کیا بات بنی؟ بات یہ بنی کہ افراد معاشرہ اپنی محنتوں کے ماحصل کو اس نظام کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اور وہ نظام

تمام افرادِ معاشرہ کی بنیادی ضروریاتِ زندگی (Basic necessities of life) کی ذمہ داری اپنے سر لے لیتا ہے اور اس طرح خدا کی وہ ذمہ داری عملاً پوری ہوتی چلی جاتی ہے جس کی رو سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زمین پر چلنے والے کے رزق کی ذمہ داری ہم پر ہے اور ہم تمہیں بھی سامان زیست دیتے ہیں اور تمہاری اولاد کو بھی۔

معزز سامعین! غور کیجئے اگر کسی معاشرہ میں ہر فرد معاشرہ کو اس کی ضمانت (Security) حاصل ہو جائے کہ وہ اور اس کی کسی حالت میں بھی ضروریاتِ زندگی سے محروم نہیں رہ سکتے۔ اور یہ ضمانت ایسی محکم ہو کہ۔ اَنفِصَامَ لَهَا وہ کبھی ٹوٹے نہیں۔ کبھی دغا نہ دے کبھی عہد شکنی نہ کرے۔ تو اس معاشرے میں انسان کی زندگی کس قدر جنتی زندگی ہوگی؟ اور پھر یہ بھی سوچئے کہ جب لوگوں کو اس کا یقین ہو جائے کہ وہ اور ان کی اولاد ضروریاتِ زندگی سے کبھی محروم نہیں رہیں گے۔ تو انہیں مال و دولت جمع کرنے کی کیا ضرورت ہوگی اور وہ بددیانتی اور بے ایمانی کیوں کریں گے؟ انسان سمیٹتا اور جمع اس لئے کرتا ہے کہ اسے ہر وقت یہ دھڑ کا لگا رہتا ہے کہ اگر کل کو کوئی ناگہانی افتاد آ پڑی تو میں اور میرے بچے بھوکے مر جائیں گے۔ کوئی ہمیں پوچھے گا نہیں۔ وہ اس خطرے سے محفوظ رہنے کیلئے سمیٹتا ہے اور زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کی فکر میں رہتا ہے اور اس میں پھر جائز اور ناجائز کی تمیز بھی باقی نہیں رہتی۔ ذرا غور کیجئے کہ جس معاشرے میں ہر فرد کی یہ کوشش ہو کہ وہ زیادہ سے زیادہ اپنے لیے سمیٹ لے اس معاشرے میں زندگی کس قدر جہنم کی زندگی ہوگی۔ اس جہنم کی زندگی جس میں آج ہم سب بری طرح جل رہے ہیں۔ اور اس سے نکلنے کی کوئی صورت کسی کی سمجھ میں نہیں آتی۔ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ○ (2:167)

وسائل پیداوار:

معزز سامعین! اس سے یہ حقیقت بھی سمجھ میں آ جائے گی کہ جس معاشرہ میں افرادِ معاشرہ اپنی محنت کی کمائی اور استعداد کے ماحصل کو اپنی ملکیت نہ سمجھیں بلکہ اپنے نظام کے ہاتھوں بیچی ہوئی متاع سمجھیں اس میں وسائل پیداوار یا ذرائع رزق کے ذاتی ملکیت میں رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ رزق (سامان زیست) کے وسائل کی شکلیں مختلف ہیں لیکن اگر آپ انہیں سمٹا کر پیچھے لے جائیں تو آپ دیکھیں گے کہ اصولی طور پر رزق کا ذریعہ ایک ہی رہ جاتا ہے جسے زمین کہتے ہیں۔ اسی لیے قرآن نے ذرائع رزق کو ارض کی اصطلاح سے تعبیر کیا ہے۔ اور ارض کے متعلق واضح الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ وہ اس لیے پیدا کی گئی ہے کہ نوعِ انسانی اس سے ایک مدت معینہ تک فائدہ اٹھائے۔ مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ○ اور یہ تمام ضرورت مندوں کیلئے یکساں طور پر کھلی رہے۔ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ○ (10:41)

ان تصریحات سے آپ نے سمجھ لیا ہوگا کہ قرآن، معاشی مشکلات کے حل کے لیے ایک نظام تجویز کرتا ہے۔ یہ نظام۔

1۔ ان لوگوں کے ہاتھوں سے متشکل ہوتا ہے جو اس حقیقت کبریٰ پر یقین محکم رکھتے ہیں کہ زندگی صرف انسانی جسم کا نام نہیں بلکہ حیات کا سلسلہ جسم کی موت کے ذریعے بھی جاری رہتا ہے۔ یہ سلسلہ انسانی ذات سے متعلق ہوتا ہے اور انسانی ذات کی نشوونما کا طریقہ یہ ہوتا ہے۔ کہ انسان اپنی متاع جان و مال کو نوعِ انسانی کی پرورش (ربوبیت) کیلئے عام کر دے۔

2۔ یہ نظام تمام افرادِ معاشرہ کی ضروریاتِ زندگی بہم پہنچانے اور ان کی مضمر صلاحیتوں کی نشوونما کا سامان مہیا کرنے کی ذمہ داری لیتا ہے۔

3۔ اور اس میں ذرائع رزق افراد کی ملکیت میں رہنے کے بجائے اس نظام کی تحویل میں رہتے ہیں جو رزق کو قوانین خداوندی کے مطابق تقسیم کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

سرمایہ دار:

قرآن اس ضمن میں یہ بھی کہتا ہے کہ اس نظام کی مخالفت سرمایہ دار مفاد پرست طبقہ کی طرف سے ہوگی اور سخت مخالفت ہوگی لیکن انہیں آخر الامر شکست مل کر رہے گی۔ اس بارے میں قرآن نے ایسی حقیقت کا انکشاف کیا ہے کہ نگہ بصیرت جوں جوں اس پر غور کرتی ہے، وجد و مسرت سے رقص میں آ جاتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس نظام کی مخالفت صرف سرمایہ دار طبقہ ہی کی طرف سے نہیں ہوگی بلکہ انسانوں کے خود ساختہ مذہب کے راہ نما (Priests) بھی اس کے مخالف ہونگے اس لئے کہ یہ طبقہ بھی مترفین میں شامل ہوگا یعنی ان میں جو دوسروں کی کمائی پر جیتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ خدا کا ہر رسول اسی پیغام کو لے کر آیا ہے لیکن سرادارانِ قوم اور پیشوایانِ مذہب نے ہمیشہ اس کی مخالفت کی۔ اربابِ شریعت یہ کہہ کر عوام کے جذبات کو مشتعل کرتے ہیں کہ یہ شخص تمہیں اس روشن زندگی سے برگشتہ کرنا چاہتا ہے جس پر تمہارے اسلاف چلتے تھے۔ اس لئے تم اس کی بات بالکل نہ ماننا۔ اس کے ساتھ ہی قرآن نے یہ بھی بتایا کہ مفاد پرست طبقہ اس پیغام کی مخالفت میں براہ راست

سامنے نہیں آتا بلکہ ارباب مذہب کو آگے بڑھاتا ہے اور خود ان کی حمایت کرتا رہتا ہے۔ داستان بنی اسرائیل میں ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ فرعون کی طرف گئے اور اسے کہا کہ خدا کے بندوں کو اپنی غلامی سے آزاد کر دے تو اس نے دو چار باتوں کے بعد اس خطرہ کا اندازہ کر لیا جو اس پیغام میں پوشیدہ تھا۔ اس کیلئے اس نے اپنے مہامنتری (Head priest) ہامان کو بلایا اور کہا کہ وہ اپنے لاؤ لشکر کو تیار کر کے لائے اور حضرت موسیٰ کا مقابلہ کرے۔ یعنی وہ خود تو پیچھے ہٹ گیا اور ضرب کلیمی کے مقابلے کیلئے پیشوائیت کو سامنے لے آیا۔ مفاد پرست گروہ ہمیشہ سے یہی کرتا چلا آیا ہے اور آج بھی یہی کچھ کر رہا ہے۔ ملوکیت اور برہمیت کا یہی وہ گٹھ جوڑ ہے جو انسانیت کیلئے تباہی کا موجب بنتا چلا آرہا ہے۔ برہمن، راجہ کو ایشور کا اتار بناتا ہے اور راجہ برہمن کی رکھشا (حفاظت) کو اپنا دھرم سمجھتا ہے۔ قیصر پوپ کیلئے جاگیریں وقف کرتا ہے اور پوپ قیصر کے حقوق الوہیت (Divine Rights) کی سندیں تراشتا ہے۔ مقصد دونوں کا یہ ہوتا ہے کہ غریبوں اور ناداروں کو جہالت آمیز افیون پلا کر مدہوش رکھا جائے اور ان کی گاڑھے پسینہ کی کمائی پر عیش اڑائے جائیں قرآن کریم ان دونوں گروہوں کا ذکر ایک ہی سانس میں کرتا ہے۔ سورہ توبہ میں ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّھْبَانِ لَیَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ط (9:34) اے افراد جماعت مومنین! تم نے اس حقیقت کو اچھی طرح سے یاد رکھنا کہ ارباب شریعت اور ارکان طریقت کی اکثریت کا یہ عالم ہے کہ وہ بغیر کسی تعمیری کام کرنے کے عوام کی کمائی مفت میں کھا جاتے ہیں اور ہر وقت اس قسم کے حربے تلاش کرتے رہتے ہیں جس سے لوگ اس راستے کی طرف نہ جا سکیں جو خدا نے ان کیلئے متعین کیا ہے یہ اس آیت کا پہلا حصہ ہے اس کے بعد فرمایا۔ وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ الذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ○ (9:34) اور یہ سرمایہ دار گروہ جن کی حالت یہ ہے کہ وہ مال و دولت کے انبار در انبار سمیٹ کر جمع کرتے رہتے ہیں اور اسے نوع انسانی کی پرورش کیلئے کھلا نہیں رکھتے۔ (اے رسولؐ) تم ان سے کہہ دو کہ تمہاری اس روش کا نتیجہ سوائے دردانگیز تباہی کے اور کچھ نہیں ہوگا۔

معزز سامعین غور فرمائیں! کہ قرآن نے کس حتم و یقین سے کہا ہے کہ نظام سرمایہ داری کا انجام دردانگیز تباہی کے سوا کچھ نہیں خواہ مذہبی پیشوائیت اس کے تحفظ کیلئے کتنے ہی تعویذ کیوں نہ لکھے۔ قرآن نے اس حقیقت کو مختلف مقامات پر اس قدر واضح الفاظ میں دہرایا ہے کہ اس انقلاب کے واقع ہونے میں کسی قسم کا شک وشبہ تو ایک طرف ابہام تک بھی باقی نہیں رہتا۔ وہ کہتا ہے کہ خدا کا کائناتی قانون خود اس انقلاب کو بروئے کار لانے میں سرگرم عمل ہے۔ اس کا ارشاد ہے کہ تم دیکھتے نہیں کہ ہم کس طرح زمین کو ان بڑے بڑے سرداروں کے ہاتھوں سے سمٹا کر کم کرتے چلے جا رہے ہیں؟ اس کے ساتھ ہی اس نے کہا ہے کہ کائناتی قانون کے ذریعے سے انقلاب بڑے طول طویل عرصہ میں جا کر ظہور پذیر ہوا کرتا ہے۔ اور خدا کا ایک ایک دن تمہارے حساب وشمار کے مطابق ہزار ہزار اور پچاس پچاس ہزار سال کا ہوتا ہے۔ اس لئے اگر تم چاہتے ہو کہ یہ انقلاب جلد رونما ہو جائے تو تم اس کیلئے کوشش کرو اور کائناتی قانون کے رفیق و معاون بن جاؤ۔ پھر یہ انقلاب دنوں کی مدت میں تمہارے سامنے آجائے گا۔ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ (47:6) محمد رسول اللہ ﷺ ولذین معہ نے بھی یہی کہا تھا۔ جس کا نتیجہ چند دنوں میں سامنے آگیا تھا۔

ہمارا موجودہ معاشرہ:

جو معاشرہ حضور ﷺ نے قائم فرمایا تھا اس میں نہ سرمایہ داری کا نام و نشان تھا نہ مذہبی پیشوائیت کا کوئی پتہ سراغ۔ لیکن جب حضور ﷺ کی وساطت سے ملے ہوئے دین کی جگہ اس مذہب نے لے لی جو ہمارے دور ملوکیت میں وضع ہوا تھا تو اس میں سرمایہ داری اور مذہبی پیشوائیت دونوں ''عین دین'' بن گئے۔ یہی وہ انسانوں کا خود ساختہ مذہب ہے جو اس وقت ہم میں رائج ہے۔ چنانچہ آج حالت یہ ہے کہ غیر مسلم دنیا اپنے عقلی تجربات کی بناء پر سرمایہ داری اور مذہبی پیشوائیت سے کنارہ کشی اختیار کرتی چلی جارہی ہے لیکن مسلمانوں کے ممالک انہیں اپنے سینے سے چمٹائے ہوئے ہیں اور اگر کہیں سے اس کے خلاف آواز اٹھتی ہے تو مذہبی راہنما اپنی پوری قوتوں سے مفاد پرستی کے تحفظ کیلئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور عوام کے جذبات کو اسی پرانے حربہ سے مشتعل کر دیتے ہیں کہ۔ مَا ھٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ یُّرِیْدُ اَنْ یَّصُدَّکُمْ عَمَّا کَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُکُمْ (34:43) یہ شخص تمہیں تمہارے اسلاف کے طریقے سے ورغلا کر کسی اور طرف لے جانا چاہتا ہے۔ لیکن معزز سامعین! ان کے اس قسم کے حربوں سے یہ انقلاب خداوندی رک نہیں سکتا۔ اِنَّ السَّاعَۃَ اٰتِیَۃٌ لَّا رَیْبَ فِیْھَا (22:7) یہ انقلاب یقیناً آکر رہے گا۔ اس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے۔

شب گریزاں ہو گی آخر جلوئہ خورشید سے

یہ جہاں معمور ہو گا نغمہ توحید سے

معزز سامعین:

جی یہ چاہتا ہے کہ یہ قرآنی انقلاب اس قوم کے ہاتھوں سے رونما ہو جو خدا کی اس انقلاب آفریں کتاب پر ایمان رکھنے کی دعویدار ہے اور اس کی عملی تجربہ گاہ پاکستان کی سرزمین بنے جسے ہم نے خدا کے قانون کو نافذ کرنے کیلئے حاصل کیا ہے۔ ہماری یہی کوشش ہے اور اس کیلئے ہم اس قرآنی پیغام کو عام کرنے کیلئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ ہماری استدعا یہ ہے کہ آپ میں سے جو خود قرآن پر غور وفکر کے بعد ہم سے متفق ہیں وہ اس قرآنی فکر کو عام کرنے کیلئے ہمارا ساتھ دیں یا جس طریقہ سے آپ مناسب سمجھیں اسے عام کریں۔ چہ عجب کہ اس طرح یہ سرزمین اپنے پرورش دینے والے کے نور سے جگمگا اٹھے اور امامت امم کا جو وعدہ خدا نے کیا تھا وہ ملت پاکستانیہ کے حق میں پورا ہو جائے۔

سامعین محترم:

قرآن کا دیا ہوا معاشرتی نظام اور ہماری ذمہ داریاں آپ کی سماعتوں کی نظر تھا۔ اب ہم اپنے معاشرہ کے متعلق سنتے ہیں آج کا معاشرہ یہ ہے کہ بھوک اور افلاس سے لوگ تنگ ہیں غربت دن بدن بڑھتی جا رہی ہے بمشکل لوگ اپنے بچوں کا پیٹ بھرتے ہیں پکستانیوں کو چند سالوں سے کچھ آسمانی آفتوں اور آزمائشوں کا سامنا ہے مثلاً زلزلہ سیلاب طوفان اور آندھیاں۔ اب حالات اس درجہ پر آ چکے ہیں کہ بعض لوگ اپنے لخت جگروں کو یعنی اپنے بچوں کو فروخت کرنے لگے ہیں ان حالات میں اللہ رب العزت نے صاحب حیثیت لوگوں کو حکم دیا ہے کہ اپنی تجوریاں کھول دو اور انسانوں کی مدد کرو آج انسان کو انسان کی مدد کی ضرورت ہے آپ دیکھیں سمندری طوفان سے جو لوگ بلوچستان یا سندھ میں متاثر ہوتے ہیں جن کے پاس رہنے کیلئے صرف جھونپڑی تھی وہ بھی ختم ہو گئی ان حالات میں اتحاد کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان بھائیوں کی بھی مدد کرنی چاہیے اس میں کوئی شک نہیں پاکستانی قوم ان حالات کے ساتھ مشکل وقت میں مکمل اپنے بھائیوں کا ساتھ دیا کرتے ہیں ماضی گواہ ہے مگر آج بھی اسی جذبہ کی ضرورت ہے اتحاد کی ضرورت ہے ہمدردی کی ضرورت ہے ایثار کی ضرورت ہے حادثات میں تو ایک دوسرے کا دست وبازو بننا ضروری ہوتا ہے مگر عام حالات میں بھی ہمیں اپنے اردگرد دیکھنا ہوگا لوگ کن حالات میں زندگی گزار رہے ہیں انہیں ہماری مدد کی ضرورت ہے تو ہم ان کی فوری مدد کریں مگر افسوس آج ایسا نہیں ہے ہمارے نبی ﷺ تو غریب دکھی بے سہارا لاوارث یتیم مساکین فقرا کی دیکھ بھال ہر حال میں کیا کرتے تھے لوگوں کی خدمت تو آپ کا خاصہ تھا آپ کے خلفاءؓ راتوں کو غرباء کے گھروں میں رات کا آرام چھوڑ کر آیا کرتے تھے سیدنا عمر فاروقؓ اپنے دور اقتدار میں ایک رات گشت کرتے ہوئے ایک ایسے گھر کے باہر رکے جہاں سے بچوں کے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں تو سیدنا عمر فاروقؓ خود راشن اٹھا کے لائے اور اس بوڑھیا کیلئے خود آگ جلائی اور کھانا تیار کر کے دیا اور بوڑھیا اور بچوں کے بھوکا رہنے پر اللہ سے رو رو کر معافی مانگتے اور سیدنا عمرؓ کہا کرتے تھے اگر میری حکومت میں دجلہ کے قریب ایک کتا بھی بھوکا مر گیا تو مجھ سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا میری رعایا کا کوئی فرد بھی بھوکا سو گیا تو اللہ کو کیا جواب دونگا تو بہت لوگ مسائل میں ہیں ہم سے وہ لوگ جو مخیر ہیں انہیں چاہیے وہ اس معاشرہ سے غربت تنگ دستی ختم کرنے میں اپنا کردار ادا کریں ایک غریب کے گھر راشن شروع کر دیں اللہ کی رضاء کیلئے اگر ہم ایک پورا راشن نہیں دے سکتے تو آدھا دیں جتنا بھی ہم میں سے کوئی کسی کی مدد کر سکتا ہے کرے ایک دوسرے کے کام آئیں یہی ہماری زندگی کا مقصد ہے وہ لوگ جو آج راشن لیتے ہیں وہ کل دینے والے بنیں آج جن کو پاؤں پر کھڑا کیا جائے وہ کل دوسروں کو اپنے پاؤں پر کھڑا کریں اسی سے معاشرہ سدھرے گا ہم آگے بڑھیں گے ملک ترقی کرے گا غربت ختم ہوگی خوشحالی آئے گی۔ اسی کیلئے اللہ نے انسان کو بنایا ہے تمام کائنات کا راز اسی میں پوشیدہ ہے آیئے ہم سب اللہ سے عہد کریں کہ ہم اس معاشرہ کو سدھارنے میں اپنا کردار ادا کریں گے۔

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے؟

جب ہم صحیح مسلمان تھے کسی گروہ یا فرقہ میں تقسیم نہ تھے تب قرطبہ پر مسلمان حکمران تھے خلافتِ عثمانیہ بھی مسلمانوں کی پہچان تھی تعلیمی درسگاہیں بھی مسلمانوں کی تھی سائنسدان بھی مسلمان تھے دنیا میں ہر نئی چیز مسلمان متعارف کرواتے تھے جب سے ہم نے صوبائیت، لسانیت کو اپنایا اور فرقہ بندی کو اپنی پہچان بنایا تب سے ہم ہر شعبہ میں زوال کا شکار ہیں پستی اور ذلت مسلمانوں کا مقدر بنتی جا رہی ہے آیئے ہم پھر سے صحیح مسلمان بن جائیں اپنی پہچان بطور مسلمان کروائیں تاکہ اللہ کی رحمتوں کا نزول ہو گمشدہ علمی میراث واپس مل جائے اور عظمتِ رفتہ بحال ہو جائے اور پھر شان سے زندگی گزارنے لگ جائیں جیسے مدینہ منورہ کی پہلی اسلامی ریاست میں صحابہؓ شان سے زندگی گزارتے تھے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو قرآن کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے امین

راشن دینے کا وہ طریقہ جو جوہری ٹرسٹ نے اختیار کیا ہے جوہری ٹرسٹ کا یہ طریقہ کافی مؤثر ہے اور شفاف طریقے سے آپ مستحق تک راشن یا دیگر اشیاء پہنچا سکتے ہیں آپ اپنی مسجد کے امام صاحب سے معلومات لیں کہ آپ کے اردگرد کتنے لوگ غربت کی زندگی گزار رہے ہیں عموماً لوگ مسجد کے امام صاحبان کے علم میں ہوتے ہیں کہ کس کو کیا ضرورت ہے اور امام صاحب کو ذمہ داری دیں کہ آپنے راشن غرباء تک پہنچانا ہے امام صاحب ایک فائل بنائیں جن لوگوں کو راشن دینا ہے انکی خود تحقیق کریں (تاکہ مستحق کا حق نہ مارا جائے) تحقیق کے بعد نام رجسٹر کر لیں ہر مہینے انہیں راشن دیں اور وصولی لے لیں یوں آپ ایک مستقل انداز میں کام کر سکتے ہیں ہمیں یہ جان کر خوشی ہوتی ہے کہ پاکستان دنیا کا واحد ایسا ملک ہے جہاں سب سے زیادہ مخیّر حضرات ہیں دنیا میں سب سے زیادہ پاکستانی ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اللہ کریم ہمیں نظر بد سے بچائے اور جذبہ اتحاد فرمائے (امین)